لیعبدون‘‘،’’اور ہم نے انسانوں اور جنوں کو صرف ’’بندگی‘‘ کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔‘‘ ’’بندگی‘‘ عبادت اور فرماں برداری کی جامع ہے۔ یعنی، بندۂ مومن صرف پروردگار عالم کی پوجا اور پرستش ہی نہیں کرتا، اس کے احکامات کی بے چون و چرا تعمیل بھی کرتا ہے۔ اسی اطاعت گزاری کو اس حدیث میں فرماں برداری کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کو اسی فرماں برداری کی کلید قرار دیا ہے۔

انبیا جب دعوت لے کر کھڑے ہوتے ہیں، تو ان کی دعوت قبول کرنے اور اس کے علم کو اٹھانے والے لوگوں کو قرآن مجید نے ’’صدیق‘‘ قرار دیا ہے۔ یہ کسی مومن کے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے کہ وہ خدا کے ہاں صدیق قرار پائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو صدیق کے مرتبے پر فائز ہونے کی خوش خبری دی ہے جو سچ کے دامن کو اپنی زندگی کے کسی گوشے اور کسی لمحے میں بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

سچ جس قدر خیر و برکت کی چیز ہے، جھوٹ اسی نسبت سے باعث آلام اور اندوہناک ہے۔ اس کو اپنی زندگی بنا لینے والا شخص ’’کذاب‘‘، یعنی منکر دعوت ورسالت قرار پا سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ چیز آگ کے عذاب ہی کا باعث بنے گی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اختلاف اور علمی رویے

ہمارے ہاں، علمی مذاکرے کے لیے، فضا سازگار نہیں ہے۔ علمی تنقید وتجزیہ، اختلاف کے بجائے، بالعموم، مخالفت پر محمول کیا جاتا۔ بطور خاص، وہ لوگ، جو کسی خاص فکر کے داعی ہوتے ہیں، اور اسی حوالے سے، معاشرے میں ان کی ایک شناخت ہوتی ہے، ان کی طرف سے اکثر وبیش تر، صحیح رویہ سامنے نہیں آتا۔ وہ جو کچھ بھی کسی نقد و اعتراض کے سلسلے میں لکھتے یا کہتے ہیں، وہ محض ایک جوابی کارروائی ہوتی ہے۔ اسے کسی طرح بھی علمی تنقید نہیں کہا جا سکتا، اس لیے کہ علمی تنقید کے کچھ مسلمہ اصول ہیں اور اس طرح کی تحریروں یا تقریروں میں یہ اصول کم ہی ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔ ایک اہم اصول، جسے ہم علمی تنقید کا اصل الاصول قرار دے سکتے ہیں، وہ بھی اس سلسلے میں دیے گئے جوابات میں پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ مخاطب کے نقطۂ نظر کی اصل وفرع کو متعین کرنے کے بعد، پہلے اصل اور بعد میں فروع کو زیر بحث لایا جائے، اس لیے کہ ہر علمی نقطۂ نظر کسی بنیاد پر قائم ہوتا ہے، لہٰذا، اگر بنیادی غلطی کی نشان دہی نہیں کی جائے گی، تو فروع پر چلائے گئے تیشے کوئی حقیقی نتیجہ پیدا نہیں کر سکیں گے۔ اور دوسری

طرف اصل و بنیاد کو نظر انداز کر کے محض اجزا کو زیر بحث لانے سے یہ تاثر ہوتا ہے کہ جواب دیتے وقت اصل حقیقت سے گریز کر کے محض الجھاؤ پیدا کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ قارئین، بسا اوقات، یہ رائے قائم کر لیتے ہیں کہ تنقید کرنے والے کے پاس پیش آنے والے سوالات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ درآں حالیکہ، دین کا ایک عالم جس کی قرآن و سنت پر نظر ہو، اور اس نے دوسرے اہل علم سے فیض صحبت بھی پایا ہو، وہ جو نقطۂ نظر بھی اختیار کرتا ہے، اس کے بارے میں یہی سمجھنا چاہیے کہ اس کی بنیاد کسی خواہش پر نہیں، بلکہ قرآن و سنت پر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کی رائے کو قبول یا رد کرنے میں عجلت یا جذباتیت سے گریز لازم ہے۔ اگرچہ صاحب علم جس درجے کا بھی ہو، ضروری نہیں کہ اپنی ہر تحقیقی کاوش میں صحیح نتیجہ ہی اخذ کرے۔ اور یہ ایک ایسی واقعی حقیقت ہے کہ علمی دنیا سے متعلق کوئی بھی شخص، اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

ایک اور اہم حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ بسا اوقات، کسی رائے میں غلطی بہت دور بنیاد میں واقع ہوتی ہے۔ اس طرح کی صورت حال میں تنقید، بالعموم، غیر حقیقی محسوس ہوتی ہے اور آدمی کو باور نہیں آتا کہ 'محکم بنیادوں' پر قائم کسی کا فکری نظام ایسا غلط بھی ہو سکتا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دعوت کا کام کرنے والوں کو جاننا چاہیے کہ اپنے عقیدے یا عمل میں غلطی مان لینا، اس دارالامتحان کی ایک بڑی آزمایش ہے۔ لیکن، اس میں بھی شبہ نہیں کہ ہر بڑی آزمایش کی طرح اس میں بھی پورا اترنے والے کے لیے بڑا اجر ہے۔ چنانچہ تنقید کے جواب میں ایک ہی رویہ ایسا ہے جو روز آخر میزان کو بھاری کرے گا اور وہ یہ ہے کہ اپنی رائے میں غلطی کا امکان مان کر تنقید کو دیکھا جائے اور دل میں بھی یہی خیال رہے کہ ہو سکتا ہے تنقید کسی حق کو دریافت کر لینے میں مددگار ثابت ہو۔ ہر صاحب حق کے لیے یہی ایک راستہ ہے جو اسے بہر حال، اختیار کرنا چاہیے۔ دوسری طرف تنقید کرنے والے کا اصل محرک بھی دین کے لیے خیر خواہی اور فرد سے ہمدردی پر مبنی ہونا چاہیے اور اسے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کی تنقید بھی غلط ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس کے پیش نظر ہمیشہ احقاق حق ہو اور اس کی غرض دوسرے کو، ہر حال میں غلط ثابت کرنا نہ ہو۔

یہ ایک عالم گیر سچائی ہے کہ آخری کامیابی حق ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر حق سے گریز کی جائے گی، تو آدمی کامیابی سے یقیناً محروم ہی رہے گا، خواہ یہ حق کسی ایسے آدمی کے پاس ہو جو، ہمارے نزدیک، پسندیدہ نہیں ہے، اور خواہ ہماری آرا برسوں کی سوچ بچار کا نتیجہ ہی کیوں نہ ہوں۔